Fikr-o-Naṣar (Islamabad) 2:11 (1965)
© rasailojaraid.com

معاشرتی تغیر اور سنت اولی

(۲)

ڈاکٹر فضل الرحمن

امام مالک رح کا قول ہے (۱) کہ اگر کوئی مکاتب غلام اپنی آزادی کی مقررہ کردہ رقم کی اقساط کا ادائیگی سے قبل فوت ہو جاتا ہے اور اپنے پیچھے ایک ''ام الولد'' اور بچے چھوڑ جاتا ہے اور وہ اتنے کمزور اور کم سن ہیں کہ اپنے باپ کی بقایا اقساط ادا کرکے اپنی آزادی حاصل نہیں کرسکتے اور نہ ''ام الولد'' کو آزاد کراسکتے ہیں - اس صورت میں اس ''ام الولد'' کو لازماً فروخت کیا جائے تاکہ بچوں کی آزادی خریدی جا سکے -

امام مالک رح کے اس قول کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ اس میں حضرت عمر رض کے ''امہات الاولاد'' کی فروخت پر پابندی کے حکم کا کوئی ذکر نہیں - ہوسکتا ہے کہ اس ضمن میں امام مالک رح مسئلہ زیر بحث کی جن صورتوں سے بحث کر رہے ہیں، وہ ان صورتوں سے مختلف ہوں جن پر حضرت عمر رض کے حکم کا اطلاق ہوتا ہے، لیکن اس سلسلے میں امام مالک حضرت عمر رض کے حکم کا ذکر بھی نہیں کرتے - نہ اس معاملے میں اس کے تعلق یا عدم تعلق سے بحث کرتے ہیں کہ حضرت عمر رض سے ان کا اختلاف واضح ہوسکے - درحقیقت یہ ہماری فقہ کا بہت ہی بنیادی اور قابل توجہ پہلو ہے کہ اس کی بیشتر جزئیات اور قانونی نکات اور مستنبطات ایک دوسرے سے اس طرح وابستہ نہیں کہ جس سے یہ حقیقی طور پر مربوط نظام بن سکتا - یہی وجہ ہے کہ اسے بجا طور پر ایک قانونی نظام کہنے کی بجائے '' مسلم فرائض پر ایک بحث '' کہا گیا ہے - واقعہ یہ ہے کہ فقہ کا سرسری مطالعہ کرنے والے طالب علم کو بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فقه کے الگ الگ جزو ہونے کا فوراً احساس ہو جاتا ہے۔ یعنی اس کی تمام مستنبطات ذہنی طور پر غیر مربوط ہیں۔ چنانچہ فقہ ایک نظام کی بجائے جزویات کا ایک وسیع ذخیرہ ہے اور ہر جزو اپنی ذات میں ایک قسم کا نظام ہے۔ وسیع معنوں میں آپ یوں کہہ لیں کہ فقہ ایک قانونی نظام کے لئے خام مواد تو رکھتی ہے لیکن بذات خود کوئی نظام نہیں - تاہم اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فقہ کی کافی حد تک اپنی ایک متعین نوعیت ہے جو اسے دوسرے قانونی نظامات سے ممتاز کرتی ہے اور وہ نوعیت اس کی اسلامیت کا نتیجہ ہے۔ ہم یہاں جس بات کا انکار کر رہے ہیں، وہ یہ کہ موجودہ فقہ منطقی طور پر مربوط اور فکری طور پر واضح اور متعین نظام نہیں اور اس لئے اسے ایک مربوط قانونی نظام کہنا مشکل ہے۔

۴۔ غلاموں کے بارے میں حضرت عمر رضؓ نے یہ فیصلہ بھی فرمایا کہ اگر غلام پر آقا ظلم کرتا ہے یا انتہائی سختی سے پیش آتا ہے تو ریاست کو دخل اندازی کا حق ہے۔ امام مالک روایت کرتے ہیں کہ ایک لونڈی کو اس کے آقا نے اذیت پہنچائی تو حضرت عمر رضؓ نے اسے آزاد کرنے کا حکم دے دیا - (۲)

۵۔ حضرت عمر رضؓ نے لونڈیوں کے متعلق اس مضمون کا ایک فرمان جاری کیا :

"افسوس ہے کہ لوگ اپنی لونڈیوں سے جنسی تعلقات استوار کرتے ہیں اور پھر انہیں چھوڑ دیتے ہیں (نتیجہ" ان سے پیدا ہونے والے بچوں کو تسلیم کرنے سے انکار کردیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں کیا معلوم کہ یہ لونڈیاں کہاں کہاں جاتی رہی ہیں) - میرے نزدیک آقا کا لونڈی سے جنسی تعلقات قائم ہونے کا اقرار کافی ہے اور اس کی بنا پر میں حکم دیتا ہوں کہ وہ ان بچوں کو تسلیم کرے۔ اب یا تو تم اپنی لونڈیوں کی نگرانی کرو یا انہیں آزاد کردو۔" (۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذرا غور کیجئے کہ ایسے بچوں کو تسلیم نہ کرنے سے جو معاشرتی فساد پیدا ہو رہا تھا اس کی حدیں کہاں تک بڑھ گئی تھیں ۔ اس فساد کی سب سے بڑی وجہ تو لونڈیوں کی کثرت تھی جن کی عام طور پر آقا کڑی نگرانی نہیں کرسکتے تھے ۔

اب یہ بات بخوبی واضح ہوگئی ہوگی کہ امہات الاولاد کے بارے میں حضرت عمر رض کے حکم میں کتنی بصیرت تھی ام الولد کو آزادی دے کر معاشرے میں اس کا مقام بحال کرنا ، سنت نبوی کی مخالفت نہیں بلکہ سنت نبوی کا صحیح نفاذ اور اعلیٰ تر مفہوم میں استحکام تھا ۔

د ۔ قانون شہادت

۶ ۔ عراق سے ایک شخص حضرت عمر رض کے پاس آیا اور کہا ''میں آپ کے پاس ایک ایسے معاملے کے بارے میں بات کرنے آیا ہوں جس کا سر پیر سمجھ میں نہیں آتا '' ۔ حضرت عمر رض نے پوچھا وہ ''کیا'' ۔ اس نے کہا '' ہمارے ہاں (عراق میں) جھوٹی گواہیوں کی بہتات ہوگئی ہے '' ۔ ''واقعی ؟ '' حضرت عمر نے پوچھا ۔ اس شخص نے جواب دیا ''بالکل'' اس پر حضرت عمر رض نے فرمایا '' واللہ اسلام کے تحت کسی شخص کو ثقہ گواہوں کی شہادت کے بدوں قید نہیں کیا جائے گا ۔ (۴)

اسلامی قانون شہادت میں گواہوں کی ثقاہت اور عدالت کا ایک معیار مقرر ہے اگرچہ یہ کچھ رسمی سا ہے ۔ لیکن یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ تازہ پیش آمدہ صورت حال کے پیش نظر قانون دستور عدالت کے ایک اہم حصے کی جدید تعبیر کی جارہی ہے ۔ امام مالک کی اس روایت پر جرح و تعدیل کے اصول کے پیش نظر تنقید ہوسکتی ہے ۔ ممکن ہے کہ یہ تاریخی نقد کے کڑے معیار پر پوری نہ اترے مثلاً اس کی صراحت نہیں کہ وہ شخص کون تھا جو عراق سے آیا اور اس نے حضرت عمر کے پاس شکایت کی ۔ لیکن اس واقعہ کی صحت و عدم صحت سے قطع نظر کہ یہ واقعہ حضرت عمر رض کے بارے میں ہے یا کسی اور کے ، یہ بات ضرور مسلم ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

که عمرانیاتی تغیر کی روشنی میں قانون کی تعبیر نو اور قانون کو نئے معنی و مفہوم دینا قطعاً جائز ہے ۔

۷ ۔ جو غلام اپنی آزادی خریدنے کے لئے اپنے آقا سے معاہدہ کر رہا ہے، اسے مکاتب کہتے ہیں ۔ اگرچہ کسی پر قانونی دباؤ نہیں تھا کہ وہ اپنے غلام کو آزادی خریدنے کی لازماً اجازت دے لیکن یقینی طور پر حکومت کی پالیسی سے اس کی ضرور حوصلہ افزائی کی گئی ۔ حقیقتاً قرآن کریم کے ان الفاظ

فکاتبوہم ان علمتم فیہم خیراً (۲۴ : ۳۲)

سے غلامی کے انسداد اور غلاموں کی آزادی کے بارے میں اس کے قطعی منشا میں ذرا سا شبہ نہیں رہتا لیکن اس دور کے جنگی قوانین اخلاق کی وجہ سے جب غلاموں کی بہت بڑی تعداد معاشرے میں درآئی تو قرآنی منشا پر فوری عمل نہ ہوسکا ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ مسئلہ ان بڑے مسائل میں سے ایک بن گیا جن میں بالعموم امت قرآنی نصب العین کو عملی جامہ نہ پہنا سکی ۔ قرآن کریم کے الفاظ ان علمتم فیہم خیراً غلاموں کی آزادی پر کوئی بندش عائد نہیں کرتے ۔ ان کا مطلب محض یہ تھا کہ اگر کوئی غلام اپنی آزادی خریدنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو آزاد ہونے پر اس سے یہ تو توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا رہ سکے گا بلکہ ہوگا یہ کہ وہ آزاد ہونے کے بعد بھی غلام ہی ہوگا ۔

ایک مرتبہ یہ سوال بھی اٹھا کہ اگر مکاتب غلام کی آمدنی کافی ہے اور وہ اس حالت میں ہے کہ اپنی مکاتبت کی رقم کی تمام اقساط یک مشت ادا کر سکتا ہے تو کیا وہ قسطوں کی ادائیگی کی طویل مدت میں سے گزرے بغیر اپنی آزادی حاصل کرسکتا ہے ۔ امام مالک فرماتے ہیں ''فرافصہ (پارفیریس؟ بظاہر کوئی یونانی شامی نام معلوم ہوتا ہے) ابن عمر حنیفی (قبیلہ بنو حنیفہ میں سے) کا ایک مکاتب غلام تھا ۔ اس نے فرافصہ سے کہا کہ میں مکاتبت کی ساری رقم یک مشت ادا کرنا چاہتا ہوں (کیونکہ غلام کے پاس اپنی آزادی جلد حاصل کرنے کے لئے وجوہات تھیں) ۔ فرافصہ نے اسے قبول نہیں کیا ۔ مکاتب غلام مروان اموی کے پاس آیا جو اس وقت مدینے کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گورنر تھا اور اس بارے میں مرافعه کیا - مروان نے فرافصه کو بلا کر اسے اس تجویز کو منظور کرنے کے لئے کہا لیکن اس نے انکار کردیا - مروان نے حکم دیا که غلام سے رقم لے کر بیت‌المال میں جمع کردی جائے اور غلام سے کہا ''جاؤ، تم آزاد ہو'' فرافصه نے جب یه حالت دیکھی تو اس نے رقم لے لی (۵) - اس پر تبصرہ کرتے ہوئے امام مالک لکھتے ھیں ''چنانچه ہمارے نزدیک طریقه' مروجه (الامر: ہم اس سے پہلے ذکر کرچکے ھیں که امام مالک ''الامر''، ''العمل''، ''السنة''، اور ''الامر المجتمع علیه'' کی اصطلاحیں مدینه کے تعامل یا سنت کے معنوں میں استعمال کرتے ھیں) یه ھے که جب خصوصی حالات ایسے پیدا ھوجائیں که مکاتب غلام اپنی پوری رقم وقت مقررہ سے بھی پہلے ادا کرنے کے قابل ھو، تو اس کو اجازت ھے اور آقا انکار نہیں کرسکتا'' ہم نے یه واقعه مندرجه ذیل دو نکات کے لئے درج کیا ھے -

۱- محوله بالا مثالوں کے ساتھ ساتھ یه واقعه ان اقدامات کی صراحت کرتا ھے جن کے تحت حکام غلاموں کو آزاد کرتے تھے -

۲- یه مثال اس حقیقت کی طرف بڑی وضاحت سے متوجه کرتی ھے، جیسا که ہم اس سے پہلے بار بار کہتے آئے ھیں که سنت — امت مسلمه کا جاری عمل — صرف رسول اللہ ص کا عمل ھی نہیں تھا جیسا که شافعی مکتب فقه کا خیال ھے بلکه ترقی پذیر فکر اور امت مسلمه کی پیش آمده مسائل کے متعلق فیصله کرنے والی سرگرمیوں کا نتیجه ھے - یہاں دیکھئے مروان بن الحکم کا فیصله امام مالک کے نزدیک سنت یا تعامل کا حصه ھے - بعینه یہی حقیقت امام اوزاعی کے تصور سنت پر صادق آتی ھے جو امام مالک کے قریباً ہم عصر تھے - عراقی مکتب فکر کا آغاز اسی سنت جاریه سے ھوا لیکن انھوں نے مسائل کے استنباط میں بتدریج زیادہ آزادی سے کام لیا اور پہلے کئے گئے فیصلوں پر کم بھروسه کیا - دوسری صدی کے وسط میں پیش آمده مسائل کو حل کرنے کا یه آزاد فکری عمل زیادہ تر حدیث کی شکل اختیار کرتا گیا - لیکن عراقی حدیث بھی مدنی سنت اور اوزاعی ''عمل'' سے کم علاقائی نہیں تھی -

(۱) تا (۵) - المؤطا امام مالک، قاهره (۱۳۷۰ھ) جلد دوم صفحات ۷۹۸، ۷۹۶، ۷۹۳، ۷۲۰، ۸۰۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلاصہ بحث

مندرجہ بالا مثالیں اور اسی طرح کی بہت سی دوسری مثالیں — جن میں سے کچھ کا ذکر ہم اپنے مقالات میں کر چکے ہیں اور بہت سی جن کا ذکر نہیں ہوا - بلا شبہ اس کی صراحت کرتی ہیں کہ قرون اولی کے لوگ قرآن کریم اور سنت نبوی کی تعلیمات کو کوئی ایسی چیز نہیں سمجھتے تھے، جو بالکل ساکن اور جامد ہو بلکہ وہ اسے بنیادی طور پر حرکت پذیر اور مختلف معاشرتی حالات میں تخلیقی طور پر حرکی سمجھتے تھے -

اسلام چند مثالی معیارات اور نصب العینوں کا نام ہے جن کو مختلف معاشرتی مظاہر اور احوال میں ترقی پسندانہ طور پر عملی جامہ پہنانا ہوتا ہے - حقیقت یہ ہے کہ اگر اسلام کو صحیح طور پر سمجھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلام نے اپنے عملی اظہار کے لئے ہمیشہ نو بہ نو اور تازہ بہ تازہ شکلیں تلاش کی ہیں اور وہ اسے ملتی رہی ہیں - اسلام کی فعالیت اور اس کے عملی اظہار میں معاشرتی اداروں کو ہمیشہ بے حد اہمیت حاصل رہی ہے - لہذا لازمی طور پر معاشرتی عدل اور تخلیقی روح جیسی اسلامی اقدار کے فروغ اور تنظیم کے لئے معاشرتی اداروں کو صحیح ذریعہ بننا چاہئے - یہی وہ واضح سبق ہے جو ہم سنت کے اولین ارتقا سے سیکھتے ہیں -

اس سلسلے میں کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے - ہم خصوصی طور پر اور پوری احتیاط سے خالی آزاد خیالی (لبرلزم) کے بے سروپا رجحان کی مذمت کرتے ہیں، اور ہمیں منفی روحانیت سے بڑی انکار ہے جو صورت اور معنی کے درمیان ایک دیوار قائم کرنا چاہتی ہے اور اس کا کہنا ہے کہ اصل مقصود تو معنی ہے اور صورت تو محض ظاہری چھلکا ہے - ہمارے نزدیک صورت اور معنی ہم زمانہ ہیں - دونوں کا ایک دوسرے پر انحصار ہے اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے لابدی ہے لیکن یہ بھی یاد رہے کہ صورتیں بھی ایک طرح سے بدلتی ہیں اور بایں ہمہ وہی رہتی ہیں؛ ایمان زندہ اور زندہ معاشرے کے لئے مہلک صورت نہیں بلکہ صورت پرستی ہے -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت عمر رض نے نبی کریم ص کی جنگ کے بارے میں سنت کی شکل کے بعض اساسی پہلوؤں میں تبدیلیاں کیں لیکن اس کے باوجود سنت نبوی اسی تبدیلی کی بنا پر زیادہ بار آور ہوئی ۔ مسلمانوں نے قرآن کریم کے قانون شہادت میں تبدیلی کی اور دو شہادتوں پر اصرار کرنے کی بجائے ایک شہادت اور ایک قسم کی بنیاد پر فیصلے کرنے لگے ۔ کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ قرآن کا مقصد انصاف قائم کرنا ہے ۔ دو گواہیاں قائم کرنا نہیں ۔ اگر ہم آج کسی کے اعتراف کا ریکارڈ لیں (بشرطیکہ اس کی صحت ہر طرح سے شک و شبہ سے بالا ہو) تو کیا کسی مقدمہ میں ہم مروجہ طریقہ ہائے شہادت سے بھی بے نیاز نہیں ہوسکتے ۔

یہ چند مثالیں نہایت اہم ہیں اور بہت سے دوسرے بڑے مسائل کی طرف توجہ مبذول کراسکتی ہیں جن کے لئے تعمیری اور فیصلہ کن حل تلاش کرنا ضروری ہیں ۔ آج کی دنیا کی جو ساخت ہے اس کے لحاظ سے کیا یہ ہمارا اساسی فریضہ نہیں کہ آنے والی نسلوں کے لئے بہترین اخلاقی اور مادی صورت حال پیدا کریں؟ اگر یہ ہمارا فرض ہے تو کیا ہم دیانتداری سے اس بے تحاشا اضافۂ آبادی کو درست سمجھتے ہیں جن کی ہم صحیح طور پر نہ پرورش کرسکتے ہیں نہ تربیت — کیا واقعی یہ معاملہ فہمی کا اسلامی انداز ہے؟ اگر ہم موسم اور بے موسم بچے پیدا کرنا مسلمان کا ناقابل تغیر پیدائشی حق سمجھتے ہیں تو کیا ہم مزدوروں سے جبری طور پر کام کرانے کا شدید متبادل طریقہ کار قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ بے شک پہلا راستہ نسبتاً آسان ہے لیکن اسے اگر آج نہ اپنایا گیا تو اختیار کا وقت گذر جائےگا اور دوسرا طریق کار خود بخود ہم پر مسلط ہوجائے گا۔ پھر اگر ہم پہلا طریق کار اختیار بھی کریں تو سوال یہ ہوگا کہ ہم معیار زندگی کی کیا حد رکھیں گے کہ وہاں تک پہنچنے کے بعد ہم ضبط تولید کو ختم کردیں ۔

یہ سارے مسائل وہ ہیں جن کا اب حل کرنا ضروری ہے اور جن کا جواب ماضی کی نقالی کی جگہ اسلامی ضمیر کی گہرائیوں کے ساتھ دیا جانا ضروری ہے اگر اب اسلامی ضمیر سے صحیح اور کامیاب جواب تلاش کر لیا گیا تو یقیناً اس طرح سنت نبوی زندہ رہے گی ۔

(انگریزی اصل سے ترجمہ)

© rasailojaraid.com